کلامِ عرب کے ذریعے اعراب القرآن کی توضیح

ڈاکٹر حافظ فدا حسین☆

Abstract

The Holy Qur'an was revealed in the language which was in vogue at the time of its revelation. It is almost mandatory to know the standard language, phrases, proverbs, metaphors, similes of the Arabic language for the clear understanding of the Holy Book. It is why in the earlier periods that special attention was given to the study of the ancient poetic composition of the Arabs in this regard. So, the Arabs' ancient literary endeavors are of much importance with reference to the study of the Qur'an. This article deals with the aforementioned topic illustrating some examples.

جہاں قرآن مجید کے غریب الفاظ کی تحقیق میں عربی شاعری سے استفادہ ناگزیر ہے وہاں صرفی ونحوی مسائل کی شرح کے لیے بھی عربی شاعری سے مدد لی جا سکتی ہے۔فہم قرآن میں عربی زبان اور اس کے علوم کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں ہے۔حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے:

"لا أوتی برجل غیر عالم بلغات العرب یفسر ذلک إلا جعلته نکالاً"۔(1)

کیونکہ **"معرفۃ الألفاظ المفردة بحسب دلالتها علی ماوضعت له بحسب جوهرها، وهو علم اللغة"** اسی کے ذریعے مفرد الفاظ اور ان کے **مدلولات** بناوٹ کے لحاظ سے پہچانے جاتے ہیں اور فہم قرآن اس کے معانی کے فہم پر منحصر ہے۔(2) اسی طرح مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے علوم کی بھی معرفت رکھتا ہو جیسا کہ نحو اور اعراب کا علم جس

☆ ڈپٹی سیکرٹری، ثانوی واعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ ملتان

کے ذریعے معانی ممیز کیے جاتے ہیں اور متکلمین کی اغراض سے واقفیت ہوتی ہے۔سیوطی لکھتے ہیں: ''فأم الأعراب فبه تميّز المعاني ، ويُوقَف على أغراض المتكلمين''(3)

جیسا کہ علم صرف جس کے ذریعے کلمات کی بناوٹ اور صیغوں کو پہچانا جاتا ہے کیونکہ کلمات کی بناوٹ اور مصادر کی پہچان کلام اللہ کے معانی سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔(4)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ اے ابوسعید! بندہ اچھی گفتگو اور اپنی قرأت کو درست کرنے کے لیے عربی زبان سیکھے؟ تو آپ نے فرمایا اچھی بات ہے کہ وہ اس کو سیکھتا ہے کیونکہ آدمی آیت پڑھتا ہے تو اس کے اسباب نزول کو تلاش کرنے سے عاجز آجاتا ہے (اگر عربی زبان نہ سیکھے) تو اس میں غرق ہوجاتا ہے۔(5)

ذیل میں فرا کی معانی القرآن، ابوعبیدہ کی مجاز القرآن، ابن قتیبہ کی تاویل مشکل القرآن، طبری کی جامع البیان عن تاویل آی القرآن اور ثعلبی کی تفسیر الثعلبی کا ''کلام عرب کے ذریعے اعراب القرآن کی توضیح'' کے تناظر میں تقابلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

(1) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾(6)

اَلِيْمٌ: ابوعبیدہ لکھتے ہیں''اى موجع من الألم، وهو في موضع مُفْعلٌ''۔طبری اور ثعلبی لکھتے ہیں کہ اس کا اصل معنی ''مؤلِمٌ'' ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی کے قول ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾(7) میں بَدِيْعٌ بمعنی ''مُبْدِعٌ''،''مبدعها'' ہے اس کی مثالیں عربی شاعری میں بھی موجود ہیں یعنی کلام عرب میں فعيلٌ بمعنی مفعل بھی استعمال ہوتا ہے۔ ابوعبیدہ اور طبری یہاں بطور نمونے کے ذوالرمۃ کا شعر لاتے ہیں:

وَيَرْفَعُ في صدورٍ شَمَرْ دلاتٍ يَصُكُّ وُجُوهَهَا وَهَجٌ اَلِيْمٌ

اس شعر میں أليم بمعنى ''مؤلم'' ہے

ابن قتیبہ، طبری اور ثعلبی عمرو بن معدیکرب الزبیدی(8) کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

أمن ريحانة الداعي السميعُ يُؤَرِّقُنِي وأصحابي هُجُوْعُ (وافر)

اس شعر میں السميع بمعنى ''المُسمع'' ہے(9)۔

ابوعبیدہ نے اَلِيْمٌ کی توضیح کے لیے ایک شعر سے استشہاد کیا ہے اور اسی شعر سے ابن قتیبہ

اورطبری نے بھی ابوعبیدہ کے تتبع میں استشہاد کیا ہے۔طبری نے ایک اور شعر سے بھی استشہاد کیا ہے جبکہ ثعلبی نے صرف ایک شعر سے استشہاد کیا ہے۔تینوں مفسرین کے ہاں اَلِیمٌ بمعنی مؤلمٌ یعنی ایک ہی مفہوم پایا جاتا ہے۔طبری نے اچھے انداز میں اس کی بحث کی ہے کیونکہ طبری نے اس کی توضیح کے لیے قرآن مجید کی اور مثالیں بھی پیش کی ہیں جس سے قاری کے فہم کیلئے آسانی ہوگی ہے۔ بنیادی طور پرطبری اورثعلبی نے یہ مفہوم ابوعبیدہ سے لیا ہے۔فرا تفسیر کے لیے یہ آیت نہیں لائے۔

(2) ﴿اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ﴾ (10) ﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾ (11) ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ (12)

ان قرآنی آیات میں "أو" بمعنی "واو" استعمال ہوا ہے جس کے معنی "یا" ہیں اور یہ حرفِ عطف ہے۔طبری اورثعلبی لکھتے ہیں کہ یہاں "أو" بمعنی "واو" ہے اورتقدیرعبارت ہوگی "وَكَصَيِّبٍ"۔

طبری جریر کے شعرکو بطور استشہاد لاتے ہیں:

جاءَ الْخِلافَةَ أوكانَتْ لَهُ قَدَرًا　　　كَمَا أتى رَبَّهُ موسى على قَدَرِ (13)

یعنی اس شعر میں دراصل "وکانت" ہے۔

متمم بن نویرہ کہتا ہے:

فَلَوْ كانَ الْبُكاءُ يَرُدُّ شيئاً　　　بَكَيْتُ على جُبَيْرٍ أوعناقِ

یعنی "وعناقِ" ہے۔

ثعلبی درج ذیل شعرکو بطورشاہد لاتے ہیں:

وقدزعمت سلمى بأنّي فاجر　　　لنفسي تقاها أوعليها فجورها

یعنی "وعليها" ہے(14) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان آیات میں "أو" بمعنی "بل" استعمال ہوا ہے۔فراء اورثعلبی ذوالرمۃ کے ذیل کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

بَدَتْ مِثْلَ قَرْنِ الشَّمْسِ في رَوْنَقِ الضُّحى

وصُورتِها أو أنتِ في العينِ أمْلَحُ (15)

فرا ایک اورشعر سے استشہاد کرتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مـا أدری أسلمی تَغَوَّلَتْ   أمِ النَّوْمُ أمْ كُلُّ إلَيَّ حبيبٌ

اس کا معنی ہے "بل كلُّ إلىَ حبيبٌ"

ابن قتیبہ، ابوعبیدہ جریر کے ذیل کے شعر کو بطور استشہاد لاتے ہیں:

أثعلبَةَ الفوارس أوربـاحـاً   عَـدَلْتَ بهم طُهيَّةَ والخشابا

اس کا معنی أثعلبة الفوارس بل رباحاً ہے۔ابوعبیدہ ایک اور شعر سے استدلال کرتے ہیں مرار اسدی کا شعر ہے:

إن بهـا أكْتَلَ أو رزامـا   خويـرِ بَيْنِ ينقُفـانِ الهاما

اس کا معنی ہے إن بها أكْتَلَ بل رزاماً۔(16)

ابن قتیبہ ابن احمد کا درج ذیل شعر استدلال کے طور پر لاتے ہیں:

قَرَي عَنكُما شهرين أو نصفَ ثـالث   إلـي ذاكـمـا قـد غـيَّبَتِني غِيابيا

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں: وهذا البيت يوضح لک معنى الواو: وأراد: قرس شهرين ونصفاً، ولا يجوز أن يكون أراد قرآى شهرين بل نصف شهر ثالث۔

فراء، ابوعبیدہ اور ثعلبی نے "أو" کی توضیح کے لیے اگرچہ مختلف شعراء کے کلام سے استشہاد کیا ہے تاہم نتائج کے اعتبار سے مفہوم سب کا ایک ہی ہے یعنی "أو" بمعنی "واو" یا "بل" کے استعمال ہوتا ہے۔

(3) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن﴾ (17)

لَعَلَّ: اس آیت میں لَعَلَّ بمعنی تعلیل نہ کہ بمعنی شک۔یعنی امید اور اندیشہ کے معنی کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے شک کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا ہے۔

طبری اپنی تفسیر میں ایک شاعر کے شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

وَقُلْتُمْ لَنَا كُفُّوا الْحُرُوْبَ لَعَلَّنا   نَكُفُّ وَوَثَّقْتُمْ لَنَا كُلَّ مَوْثِقٍ

"يريد بذالک: قلتم لنا كفوا لنكفّ. وذلک أن ((لَعَلَّ)) في هذا الموضع لوكان شكاً لم يكونوا وثقوا لهم كل موثق" مطلب یہ ہے کہ جنگوں کو روکو تا کہ ہم تھم

جائیں اگر یہاں ''لَعلَّ'' شک کے لیے ہوتو پھر انہیں کوئی پختہ یقین نہیں ہے۔طبری کے علاوہ اس آیت کی تفسیر میں کسی نے بھی استشہاد نہیں کیا طبری نے بہت اچھی توجیہہ پیش کی ہے۔(18)

فراء، ابن قتیبہ اور ابوعبیدہ یہ آیت نہیں لائے۔ثعلبی نے شعری شواہد تو پیش نہیں کیے لیکن سیبویہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ''لعل وعسى حرفا ترج وهما من الله۔

(5) ﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صالِحاً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَرَبِّهِمْ﴾(19)

اس آیت میں فعل ''اٰمَنَ'' اور ''عَمِلَ'' کو لفظ ''مَنْ'' کی وجہ سے واحد لایا گیا اور ''فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' میں ضمائر اس کے معنی کی وجہ سے جمع لائے کیونکہ ''مَنْ'' لفظاً مفرد جبکہ ''معناً'' جمع ہے۔ یہ ''مَنْ'' واحد، تثنیہ، جمع، مذکر ومؤنث سب پر آتا ہے اس لیے واحد، تثنیہ، یا جمع کی ضمیر کا اس کی طرف راجع ہونا جائز ہے۔

اللہ کا فرمان ہے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ﴾(20)

دوسرے مقام پر اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ﴾ (21)

اس آیت میں معنوی رعایت ہے۔ اس کی مثالیں کلامِ عرب میں بھی پائی جاتی ہیں۔طبری درج ذیل اشعار سے استدلال کرتے ہیں:

اَلِمَّا بِسَلْمَى عَنْكُمَا اِنْ عَرَضْتُمَا   وقُولالَهَا عُوْجِي على مَنْ تَخَلَّفُوا

فقال: تخلفو، وجعل "مَنْ" بمنزلة الذين ۔اس شعر میں شاعر ''من'' کی رعایت کرتے ہوئے جمع کا صیغہ ''تَخلفوا'' لایا ہے۔اگر لفظی رعایت کرتا تو ''تخلَّف'' کہتا۔

فرزدق تشبیہہ میں کہتا ہے اس شعر سے طبری اور ثعلبی دونوں نے استدلال کیا ہے۔

تَعَالَ فَاِنْ عَاهَدْتَنِيْ لاتَخُوْنُنِيْ   نَكُنْ مِثْلَ مَنْ يَاذِئْبُ يَصْطَحِبَانِ

فثنى يصطحبان لمعنى ((من)). (22)

یہاں شاعر ''یصطحبان'' تثنیہ کا صیغہ ''من'' کی معنوی رعایت کرتے ہوئے لایا ہے۔ طبری اور ثعلبی کے علاوہ کسی مفسر نے اس سے استشہاد نہیں کیا ہے۔لفظ ''مــن'' کی توضیح میں طبری

نے دو اشعار سے استشہاد کیا ہے صرف شعر پیش کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ شعر کے بعد مطلوبہ تشریح بھی کر دی ہے تا کہ قاری کو اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی کوئی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے جبکہ ثعلبی نے یہ منہج اختیار کرتے ہوئے پہلے "مـن" کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ واحد، مذکر، مؤنث، تثنیہ اور جمع سب کے لیے استعمال ہوتا ہے پھر قرآن مجید سے اس کی مثالیں پیش کی ہیں اور بعد ازاں فرزدق کے شعر سے استشہاد کیا ہے تاہم دونوں مفسرین کے ہاں مفہوم ایک ہی پایا جاتا ہے۔

(5) ﴿لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا﴾ (23)

"انظرنا" اس کا معنی ہے آپ ہماری طرف نظر فرمائیں یعنی کہو اور پھر دھیان سے سنو۔ ثعلبی درج ذیل اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔ امرؤ القیس کا شعر ہے:

فَإِنَّكُمَا اَن تَنْظُرَ انِی سَاعَةً مِنَ الدَّهْرِ تَنْفَعُنِی لَدَی اُمِّ جُنْدَبِ (24)

اس کا معنی ہے فهمنا اور بيّن لنا بھی ہے۔

"انظر الينا" کی بجائے انظرنا کہا گیا یعنی حرف تعدیہ الی کو حذف کر کے فعل کو متعدی بنفسہ کر دیا۔ اس کی مثال قیس بن حطیم کا قول ہے:

ظاهرات الجمال والحسن يَنْظُرْنَ کما ينظر الأراک الظبا

یعنی إلى الآراک اور یہ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے "انتظرنا وتانّنا" امری القیس کے مذکورہ شعر میں بھی ایسے ہی ہے۔(25)

ابوعبیدہ نے کوئی شعری شاہد تو پیش نہیں کیا البتہ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من راعيت إذا لم تنوَّن، ومَن نوَّنَ جَعَلَهَا كلمة: نُهوا عنها، رعيتُ: حافظت وتعاهدت"

طبری "راعِناَ" کے مفہوم کے تعین میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وأن معناها منهم خلاف معناها في كلام العرب، فنهى الله عزوجل المؤمنين عن قيلها للنبي ﷺ لئلا يجترىء من كان معناه في ذلک غير معنى المؤمنين فيه أن يخاطب رسول الله ﷺ به، وهذا تأويل لم يأت الخبر بأنه كذلک من الوجه الذي تقوم به

الحجة. وإذا كان ذلک کذلک فالذی هو أولی بتأویل الآیة ماوصفنا، إذ کان ذلک هو الظاهر المفهوم بالآیة دون غیره"

مزید لکھتے ہیں: ومحتملاً أن یکون بمعنی أرعنا سمعک، من قولهم: أرعیت سمعی إرعاءً، او راعیته سمعی رعاء أو مراعاة، بمعنی: فرّغته لسماع کلامه کما قال الأعشی میمون بن قیس:

یَرْعَی إلی قول سادات الرجال إذا أبداوْا لهُ الحزْمَ أوماشاءَ هُ ابتدعا(26)

یعنی بقوله یرعی: یصغي بسمعه غلیه مفرغه لذلک

اس شعر میں اعشٰی نے ہوذۃ بن علی الحنفی کی مدح کی ہے، طبری نے اس شعر سے استشہاد کے ذریعے مفہوم متعین کیا ہے۔ فرا اور ابن قتیبہ تشریح کے لیے یہ آیت نہیں لائے۔

(6) ﴿وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَه' لِئَلاَّ يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلاَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ﴾(27)

ابوعبیدہ لکھتے ہیں کہ "موضع (إلاّ) هاهنا لیس بموضع استثناء، إنما هو موضع واو المولاة، ومجازها: لئلا یکون للناس علیکم حجة، وللذین ظلموا"۔(کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں "إلا" بطور استثناء نہیں ہے کیونکہ یہ ظالم کے لئے حجت نہ ہوگی بلکہ یہ واو عطف کی جگہ پر ہے گویا کہ فرمان ربی "ولا الذین ظلموا" یعنی جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے بھی حجت نہیں ہوگی) "إلا" کبھی کبھار "واو" کے معنی میں بھی آجاتا ہے جسکی مثالیں عربی شاعری میں بھی ہیں۔ فرا معانی القرآن میں مفضل کے درج ذیل شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

مابالمدینَةِ دارٌغیرُ واحدةٍ دارُ الخلیفة إلّا دارُ مروانا(28)

اس شعر میں شاعر کی مراد "کأنه أراد: مابالمدینة دار إلا دارالخلیفة و دارمروانا"۔ یہاں "الاّ" بمعنی "واو" کے ہے۔ یعنی والَّذِینَ ظَلمُوا ہے۔ اس شعر سے ثعلبی نے بھی استدلال کیا ہے۔ ثعلبی مفضل کے درج ذیل ایک اور شعر سے بھی استدلال کرتے ہیں:

وكـلّ أخ مـفـارقة أخـوه　　　　لـعـمر أبيک إلاّ الـفرقـدان

یعنی والفرقدان ایضا متفرقان۔ الفرقدان بھی متفرق ہیں۔

ابوعبیدہ اعشیٰ کے ذیل کے شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

إلاّ كَـخَـارِجَةَ الـمـكـلّفِ نـفسَـه　　　　وَابْنـي قَبِيصَةَ اَن اَغِيبَ ويَشهدا

اس کا معنی ہے "وَخَـارجة" ابوعبیدہ عنز بن دَجَاجَۃَ المازنیؒ کے درج ذیل اشعار کو بطور شاہد پیش کرتے ہیں:

مَن كـانَ اَسْـرَعَ فِي تَفَرُّقِ فـالجٍ　　　　فـلبـوُنُـه جَـرِبَتْ معاً واَغدّتِ

إلّا كَـنـا شِـرَةَ الـّذي ضَيَّعْتُمْ　　　　كـالـغُـصْـنِ فـي غُلوائِهِ المتنبِّتِ

یعنی وناشرة الذی ضیعتم ہے۔

ثعلبی درج ذیل اشعار بطور شاہد کے پیش کرتے ہیں۔

واري لهـا داراً بـأغـدرة الـسيـ　　　　ـدان لـم يـدرس لـهـا رسـم

إلا رمـاداً هـامـداً دفـعـت　　　　عـنـه الـريـاح خـوالد سحم

ابن قتیبہ نے بھی "الا" بمعنی "واو" مفہوم بیان کیا ہے(29)

شاعر کی مراد واری داراً و رماداً ہے یعنی إلا بمعنی "واو" ہے۔

ثعلبی نے صرف ایک شعر میں فرا کی پیروی کی ہے جبکہ باقی تین اشعار سے استشہاد میں منفرد ہیں۔حتیٰ کہ اس مثال میں انہوں نے ابوعبیدہ سے بھی استفادہ نہیں کیا جبکہ ابوعبیدہ جو کہ لغوی استشہاد میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں نے بھی مختلف شعراء کے کلام سے اچھی توضیح پیش کی ہے۔فرا اور ثعلبی نے ابوعبیدہ کے تتبع میں لکھا ہے کہ مذکورہ قرآنی آیت میں "إلا" بطور استثناء نہیں ہے بلکہ یہ "إلا" واؤ عطف کی جگہ پر ہے۔گویا کہ فرا اور ثعلبی نے یہ مفہوم ابوعبیدہ سے لیا ہے۔

(7) ﴿وَلَوْ يَرَ الَّذِينَ ظَلَمُوْآ اِذْيَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾(30)

اس آیت میں "لـو" کا جواب محذوف ہے۔آیت کے معنی ہونگے کہ اگر یہ ظلم کرنے

والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات جانیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اوروہ أشدّ العذاب ہے تو سخت نادم ہوں گے۔ جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (10) ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ﴾ (31) میں مقدر ہے کیونکہ معنی اس پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تقدیر یعنی تم ایک بہت بڑا معاملہ اور بہت بڑی ہولنا کی دیکھتے۔ لہٰذا ''لو'' کا جواب حذف کرنا جائز اور فصیح ہے بشرطیکہ کلام اس پر دلالت کرتا ہو۔ فرا لکھتے ہیں کہ: ''والعرب تحذف جوابالشئ إذا کان معلوماً إرادۃ الإیجاز'' (جب کسی چیز کا جواب معلوم ہوتا تو عرب ایجاز کے نقطہ نظر سے اُسے حذف کردیتے تھے)۔ فرا، ابن قتیبہ اور ثعلبی امرؤالقیس کے درج ذیل شعر کو بطور استشہاد لاتے ہیں:

وأقسم لو شیئ أتانا رسولُه سواکَ؟ ولکن لم نجد مدفعا [طویل]

أی لرددناہ: لہٰذا یہاں بھی لو کا جواب محذوف ہے۔ ثعلبی امرؤالقیس کے ایک اور شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

فلو أنها نفس تموت بتوبۃٍ ولکنها نفس بقطع النفسا (32)

یعنی لهان علی هذا۔ یہاں لو کا جواب محذوف ہے۔

اس تشریح وتبیین میں فراء، ابن قتیبہ اور ثعلبی نے ایک ہی شعر سے استشہاد کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن قتیبہ اور ثعلبی نے فراء کی پیروی کی ہے۔ ابن قتیبہ تاویل مشکل القرآن میں جوکہ بنیادی طور پر قرآن حکیم اور کلام عرب کے اسالیب پر ہے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات اختصار کے طور پر مخاطب کے علم کے لیے جواب محذوف کردیا جاتا ہے یہ بہت اچھی توجیہہ ہے۔ ثعلبی نے اختصار کے طور پر مخاطب کے علم کے لیے جواب محذوف کرنے کی بابت مزید توضیح کرتے ہوئے فرا اور ابن قتیبہ سے ہٹ کر ایک اور شعر سے بھی استدلال کیا ہے۔ ابوعبیدہ نے اس آیت کا مفہوم بیان نہیں کیا۔ طبری اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں فتکون ((أن)) الأولی منصوبۃ لتعلقها بجواب ((لو)) المحذوف ویکون الجواب متروکا.

طبری عبید بن ابرص کے درج ذیل اشعار سے استدلال کرتے ہیں:

إن يَــكُــنْ طِــبُّــكِ الــدَّلالُ فَــلَــوْ فِــي   ســالــفِ الــدَّهْــرِ والــسِّنِيْن الْخَوَالِى

هذا ليس له جواب إلا في المعنى

عبید بن ابرص ہی کا شعر ہے:

وبـــحـــظٌّ مـــمَّـــا نَـــعِيْــشُ وَلاَ تَـــذْ   هَـــبْ بِـــكَ الـتُّـرَّهَـاتُ الأهـوالِ

یعنی اس شعر میں فاضمر ((عیشي))

(8) ﴿وَلكِنَّ الْبِرَّ مَنْ امَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الأخِرِ﴾(33)

اس آیت میں "البــر" اسم ہے جس کے معنی نیکی کے ہیں۔ یہاں مضاف محذوف ہے جیسا کہ اللہ کے فرمان ﴿واسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾(34) (اور اس بستی (یعنی مصر) والوں سے پوچھ لیجئے)۔اور ﴿وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ﴾(35) (اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان کے قلوب میں وہی گوسالہ پیوست ہوگیا تھا)۔ میں مضاف محذوف ہے۔ "من" کو فعل کی جگہ پر کیا گیا ہے جیسا کہ اہل عرب بھی اسماء کو افعال کی جگہ پر لاتے ہیں تقدیر کلام یوں ہوگا۔وَلٰكِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ امَنَ بِاللّٰهِ، بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا۔مضاف کے محذوف ہونے کی مثالیں عربی شاعری میں بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ نابغہ جعدی کا شعر ہے۔ثعلبی بطور شاہد کے یہ شعر لاتے ہیں:

وكَيْفَ تُــوَاصِــلُ مَــنْ أَصْبَحَــتْ   جَلالتــه كــأبــي مرْحَبِ(36)

یعنی کجلالة أبي مرحب یعنی ابومرحب کی جلالت اس میں مضاف محذوف ہے۔فراء درج ذیل شعر سے بھی استدلال کرتے ہیں:

يَقُــولُــوْنَ جَاهِــدْ يــاجميــلُ بِــغَزْوَةٍ   وَانَّ جهــادًا طَــيّء وقِتـالُــهـا

طبری ذوالخِرَق الطهوی کے ذیل کے شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

حَسِبْــتُ بُــغَــامَ راحِلَتِــيْ عنــاقــاً   وَمَــا هِيَ وَيْبَ غَيْرِكِ بالعناقِ(37)

يريد بغام عناق ياصوت

فراء،طبری اور ثعلبی نے مذکورہ قرآنی آیت کی توضیح میں ایک ایک مختلف شعر سے استشہاد

کیا ہے۔تفسیر ثعلبی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اس آیت کی تفسیر واستشہاد میں طبری سے خوب استفادہ کیا ہے کیونکہ طبری نے قرآن مجید اورکلام عرب سے جو مثالیں پیش کی ہیں وہی مثالیں ثعلبی بھی لائے ہیں۔

ابن قتیبہ درج ذیل اشعار کوبطور استدلال لاتے ہیں۔متنخل ہذلی کا شعر ہے:

يُمشّي بيننا حانُوتِ خَمْرٍ　　من الخُرْسِ الصَّرا صِرَةِ القِطاطِ (وافر)

ابن قتیبہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ''صاحب حانوت حمر'' ہے یعنی فأقام الحانوت مُقامه۔

ابی ذؤیب ہذلی ۔شراب کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

تَوَصَّلُ بالرُّكْبانِ حيناً وتُولِفُ الـ　　ـجِوارَ ويُغْشِيها الأمانَ رِبابُها (طویل)

یعنی اس سے مراد ''اللفظ للخمر والمعنى للخمّار، أي يتوصّلُ الخمار بار كب يسير معهم ويأمن بهم'' ہے۔

ابی ذؤیب ہی کا شعر ہے:

أتَوْها بِربْحٍ حاوَلَتْهُ فأصبحَتْ　　تُكفَّتُ قَدْ حَلَّتْ وَساغَ شرابُها

اس سے مراد ''أتَوْا صاحبها بربح، فأقامها مُقامُه''

کُثیّر عزہ کا شعر ہے:

حُزِيَتْ لِي بِحَزْمِ فَيْدَةَ تُحْدَى　　كاليهُودِيِّ مِنْ نَطاةِ الرِّقالِ (خفیف)

أراد كنخل اليهوديّ من خيبر، فأقامه مُقامها۔

ابن قتیبہ نے مذکورہ مثالوں کے ذریعے قرآن حکیم کی مانند عربی شاعری میں مضاف محذوف کی مثالیں پیش کی ہیں۔انہوں نے اشعار کے ساتھ ساتھ ان کی نسبت بھی بیان کی ہے۔

ابوعبید نابغہ ذبیانی کے درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں:

وقد خِفْتُ حتى ما تزيدُ مخافتِي　　على وعِلٍ في ذي القِفارَةِ عاقِلِ

عربی شاعری میں مضاف محذوف ہونے کی بابت ابن قتیبہ نے چاراشعار سے استشہاد

کیا ہے۔ اس استدلال میں وہ انفرادیت کے حامل ہیں کیونکہ ان چار اشعار میں سے کوئی بھی ایسا شعر نہیں ہے جس میں انہوں نے سابقہ مفسرین سے استفادہ کیا ہو۔

(9) ﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾ (38)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: (14) ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ﴾ (39)

مذکورہ دونوں قرآنی آیات میں "الصّابِرِيْنَ" اور "الْمُقِيْمِيْنَ" منصوب علی المدح ہیں یعنی میں صبر کرنے والے اور نماز قائم کرنے والوں کی مدد کروں گا۔ فصیح عرب کلام کے طول پکڑنے کی صورت میں اس میں مدح یا ذم کی بنیاد پر نصب دیتے ہیں۔ ابوعبیدہ اور ابن قتیبہ خرنق بنت بدر بن ھفان شاعرہ کے درج ذیل اشعار سے استشہاد کرتے ہیں:

لايَبْعَدَنْ قَوْمِي الَّذِينَ هُمْ　　　سُمُّ العُداةِ وآفةُ الجُزْرِ

النّازلين بكلِّ مُعْتَرَكٍ　　　والطيبين معاقِدَ الأُزْرِ [کامل]

ان اشعار میں "النازلين" منصوب علی لمدح ہے۔ فرا اور ثعلبی بھی مذکورہ دونوں اشعار بطور شاہد لائے ہیں۔

ثعلبی ابن خیاط العکلی کے درج ذیل اشعار سے استدلال کرتے ہیں:

وكلّ قوم أطاعوا أمر مرشدهم　　　إلا نميراً طاعت أمر غاويها

والطاعنين ولمّا يُطعنوا أحداً　　　والقائلين لمن دارٌ يخلّيها (40)

ان اشعار میں "الطاعنين" منصوب علی المدح ہے ابوعبیدہ اور ثعلبی پہلے دو اشعار فرا کے تتبع میں لائے ہیں۔ ثعلبی نے مزید دو اشعار کا بھی اضافہ کیا ہے۔ فرا نے اس آیت کی تفسیر میں تفصیلی بحث کی ہے اور مختلف مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ نیز مختلف شعرا کے کلام سے استشہاد بھی کیا ہے۔ ابوعبیدہ اور ثعلبی نے فراء کے تتبع میں اس کا مفہوم پیش کیا ہے:

طبری سورۃ البقرۃ کی آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں: "أما الصابرين فنصبٌ، وهو

من نعت ((منْ)) على وجه المدح، لأن من شأن العرب إذا تطاولت صفة الواحد الأعتراض بالمدح والذم بالنصب أحياناً و بالرفع احياناً''

پھر وہ درج ذیل اشعار سے بغیر نسبت کے استدلال کرتے ہیں:

إلـــى الملک القرم وَابْن الهمام — وليثَ الكَتِيبَةَ فى المُزْدحَمُ

وذا الرأى حيـــن تُغَمُّ الأمـــورُ — بـــذات الصَّليل وذات اللُّجُمْ

فنصب ليث الكتيبة وذا الرأى على المدح، والاسم قبلها مخفوض لأنه من صفة واحد. ومنه قول الآخر:

فلَيْتَ الَّتِى فِيْهَا النُّجومُ تواضعت — على كُلِّ غَثٍّ مِنْهُمْ وَسمينِ

غُيوث الورى فى كل محلٍ وأزمةٍ — أسودُ الشرى يحمين كل عرينَ

(10) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصَارٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ والْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾(41)

الصائبون تاخیر پر محمول ہے اور بسبب ابتداء مرفوع ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وعَمِلَ صالحاً فَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالصَّابِئُوْنَ والنَّصارٰى كَذٰلِكَ ۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور صابیوں اور نصاریٰ میں سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

اس میں ''صائِبوُن'' لفظاً مقدم جبکہ معناً مؤخر ہے اس کی مثالیں عربی شاعری میں بھی موجود ہیں فراءدرج ذیل اشعار کو بطور استشہاد لاتے ہیں۔ ضابیء بن حارث برجمی کا شعر ہے جو کہ عہد عثمانؓ میں مدینہ میں محبوس تھے۔

فَمَن يکُ أمسى بالمدينةِ رَحْلُهُ — فإنّي وقَيّاراً بها لغريبُ

مطلب ہے کہ ''فانی بها لغريبٌ و قيّارٌ أيضا كذلكَ'' اسے رفع ونصب دونوں طرح پڑھنا

درست ہے۔اس شعر سے ابوعبیدہ نے بھی استشہاد کیا ہے۔بشر بن حازم اسدی کہتا ہے:

وَإلا فَـاعـلـمـوا أنّـا وأنْتـم　　　بُـغـاةٌ مـا حـيّـيْـنـا فـي شِقَـاقِ

"فاعلموا أنا بغاة مابقينا فى شقاق و أنتم ايضا كذلك"

(یعنی تم سب جان لو کہ ہم جب تک شقاق میں ہیں ہم باغی ہیں اورتم بھی ایسے ہی ہو)

شاعر کا قول "و أنتم" لفظاً مقدم جبکہ معنا مؤخر ہے۔اسی طرح دوسرا شاعر کہتا ہے:

يـاليتـنـي وَانـتِ يـالـمِيـسُ　　　بـبـلـدٍ ليـس بـه أنيـس

يـاليتـي وهـمـا نـخـلـو بـمـنـزلةٍ　　　حتى يرى بعضُنا بعضا و نأتلف (42)

فرا نے معانی القرآن میں اس آیت کی تفصیل سے تشریح کی ہے اور چار اشعار سے استشہاد کیا ہے اس کے علاوہ مختلف مثالیں بھی پیش کی ہیں جبکہ ابوعبیدہ استشہاد کیلئے صرف ایک شعر لائے ہیں۔فرا نے مذکورہ قرآنی آیت میں اعراب القرآن یعنی نحوی بحث کی ہے اوران کا اس تفسیر میں بنیادی مقصد بھی یہی تھا کیونکہ قرآن حکیم کے معانی ومطالب کے فہم کیلئے عربی زبان کے قواعد سے واقفیت ناگزیر ہے۔فرا اور ابوعبیدہ کے ہاں اس آیت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ثعلبی نے اگر چہ اس آیت میں کسی شعر سے استشہاد نہیں کیا لیکن مفہوم اس کے ہاں بھی یہی ہے۔طبری نے اس حوالے سے مفہوم بیان نہیں کیا۔

(11) ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰيَاتُ عِنْدَاللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَااِذَا جَآءَ تْ لَايُؤْمِنُوْنَ﴾ (43)

اس آیت میں جن حضرات نے "أنهــا" کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اس کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ یہاں **"لا"** صلہ کے طور پر آیا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہوگی "مَا يُشْعِـرُكُـمْ اَنَّهآ اِذَا جَآءَ تْ يُؤْمِنُوْنَ" ۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں "اَنَّهَا" "لَعَلَّهَا" کے معنی میں آیا ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے۔"وَمَا يُشْعِرُكُمْ لَعَلَّهَا اِذَا جَآءَ تْ لَايُـؤْمِـنُـوْنَ" عربی شاعری میں بھی "اَنَّ" بمعنی "لَـعَـلَّ" استعمال ہوا ہے طبری درج ذیل اشعار سے استشہاد کرتے ہیں، عدی بن زید کہتا ہے:

أعـاذِلَ مـا يُـدْرِيْکَ اَنَّ مَـنِيَّتِـيْ　　　إلـى ساعةٍ فى اليومِ أوفي ضُحى الْغَدِ (44)

یعنی لعل منیّتی درید بن الصّمّۃ کہتا ہے

ذريـنـي أُطـوّفُ في الْبلادِ لأَنَّنِيْ　　　أرى مـاتَـرِيْـنَ اوبـخيلاً مُخَلَّدا (طویل)

یعنی لعلّنی اَبی النجم العجلی کا شعر ہے:

قُـلْـتُ لشَيْبَـانَ اَدْنُ مِنْ لِقَـائِـهِ　　　إنّـا نُـغَـدّي الْـقَـوْمَ مِنْ شِـوائِـهِ

یعنی لعلنا مراد ہے۔

مذکورہ تینوں اشعار سے ثعلبی نے بھی استشہاد کیا ہے۔طبری توبۃ بن الحُمَیّر کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

لَـعَـلَّـکَ يـاتيْـساً نَزَا فِيْ مَرِيْرَةٍ　　　مَـعَـذَّبَ ليـلَـى اَن ترانيْ اَزُوْرَهَا

یعنی لَهَنَّکَ یاتیساً بمعنی لأنک التي في معنی لعلک(45)

ثعلبی نے اس آیت میں استشہاد کے حوالہ سے تفسیر طبری سے استفادہ کیا ہے اور انہی تین اشعار سے استشہاد کیا ہے جن سے طبری نے کیا ہے۔ طبری نے اَنّ بـمـعـنی لعَلّ کی توضیح کیلئے تین اشعار سے استشہاد کیا ہے بلکہ عربی نثر سے بھی مثالیں دی ہیں اور قرآن مجید کے دوسرے مقام سے بھی مثالیں لائے ہیں بالکل یہی مفہوم ثعلبی کے ہاں ملتا ہے یعنی طبری کے تتبع میں قرآنی آیات ،اشعار اور کلام عرب (نثر) سے استشہاد کرکے ثعلبی نے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

ابوعبیدہ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ألف ((إنها)) مـکـسـورة علي ابتـداء ((إنها)) أو تـخبيـر عـنـهـا، ومن فتح الف ((أنها)) فعلی إعمال ((يشعركم)) فيها، فهی فی موضع أسم منصوب.

ابن قتیبہ نے کسی شعر سے استشہاد نہیں کیا تاہم انہوں نے مفہوم یہی بیان کیا ہے مزید یہ بھی واضح کیا ہے کہ جس نے "إنّ" کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے وَمَـا يُشْـعِرُكُمْ پر کلام تمام کرکے "إنّهـا" سے ابتدا کی۔فرا نے اپنی تفسیر میں اس آیت کا مذکورہ مفہوم بیان کیا ہے لیکن کسی شعر سے

استدلال نہیں کیا۔

(12) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعمَالَهُمْ فِيْهَا﴾ (46)

اس آیت میں "کان" جزم فعل الشرط ہے اور یہ ماضی کا صیغہ ہے جبکہ جواب شرط "نُوَفِّ اِلَيْهِمْ" فعل مضارع ہے۔اس طرح کی مثالیں عربی شاعری میں بھی پائی جاتی ہیں ۔فراز ہیر بن اَبی سلمی کے ذیل کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

وَمَن هابَ أسباب المنايا ينلنَه ولونال أسباب السماء بسُلَّمِ

اس شعر میں "هاب" فعل الشرط ماضی جبکہ "ينلنه" جواب شرط مضارع ہے(47)۔اس آیت کی توضیح میں صرف فراء نے زہیر بن اَبی سلمی کے ایک شعر سے استشہاد کیا ہے۔لہذا واضح ہوتا ہے کہ فعل الشرط ماضی اور اس کا جواب مضارع ہوتا ہے۔

طبری،ثعلبی اور ابن قتیبہ تشریح کیلئے یہ آیت تو لائے ہیں لیکن نہ تو مفہوم بیان کیا ہے اور نہ ہی کسی شعر سے استدلال کیا ہے۔ابوعبیدہ یہ آیت ہی نہیں لائے۔

(13) ﴿قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ (48)

اِس قرآنی آیت میں "عاصِمٌ" جوکہ فاعل ہے بمعنی مفعول یعنی "مَعْصُوْم" ہے اور تقدیر عبارت یوں ہوگی۔لا مَعْصُوْمَ الْيَوْمَ مِن اَمْرِ اللّٰه إلا مَنْ رَّحِمَ قرآن مجید میں اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں مثلاً:

﴿خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ﴾(49)

یہاں دراصل "مَدْفُوْق" یعنی مفعول مراد ہے۔اسی طرح (20) ﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾(50) أي مرضيٌّ بها (وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی ناجی ہوگا) اس کا معنی ہے "مَرْضِيَّة"، فاعل بمعنی مفعول کی مثالیں عربی شاعری میں بھی پائی جاتی ہیں،فراء اورطبری حطیہ کے درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں:

دَعِ الْمَكَارِمَ لاتَرْحَلْ لِبُغْيَتِها وَاقْعُدْ فإنَّكَ أنت الطَّاعِمُ الْكاسِيَ (51)

یعنی اس شعر میں المطعوم المکسو مراد ہے۔

ثعلبی درج ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں:

یطئی القیام رخیم الکلام　　　　أمسی فؤادی بہ فاتنا (52)

یعنی مفتونا مراد ہے۔

مذکورہ آیت کی تفسیر وتوضیح میں فرا نے تفصیلی تشریح پیش کی ہے جبکہ طبری اور ثعلبی نے فرا کے تتبع میں بالکل وہی مفہوم بیان کیا ہے جوفرا نے بیان کیا ہے فرا اور طبری نے ایک ہی شعر سے استشہاد کیا جبکہ ثعلبی استشہاد کے لیے ایک مختلف شعر لائے ہیں تاہم مقصود ومفہوم ان کا بھی وہی ہے جوفرا اور طبری کا ہے یعنی فاعل بمعنی مفعول بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ الغرض اس آیت میں فرا نے "عاصم" کی تفسیر کے لیے مختلف قرآنی شواہد مثالوں کے ذریعے پیش کیے ہیں اور اسی طرح شعر سے استشہاد کے بعد مطلوب مفہوم بھی واضح کیا ہے۔ یہ ان کا بہترین منہج ہے۔

ابوعبیدہ سورۃ ھود، الطارق اور القارعہ کی مذکورہ آیات تفسیر کیلئے نہیں لائے۔ البتہ ابوعبیدہ نے سورۃ الحاقۃ کی آیت نمبر 21 میں بغیر استشہاد کے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ ابن قتیبہ اس اسلوب کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ومنہ أن یجئ المفعول بہ علی لفظ الفاعل وہ اس اسلوب کی قرآن حکیم سے متعدد مثالیں پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: والعرب تقول : لیل نایم، وسرٌ کاتم. پھر وہ حارث بن وعلہ کے ذیل کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

ولما رأیت الخَیْلَ تَتْرَی أثایجاً　　　　علمتُ بأنَّ الیومَ أحمَسُ فاجرُ

اس سے مراد "یوم صعب مفجورٌ فیہ" ہے۔

(14) ﴿تاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ﴾ (53)

اس آیت میں "تَاللّٰہِ" قسم ہے اور اس کا جواب "تَفْتَؤُا تَذْکُرُ" واضح ہے۔ ابن قتیبہ کے مطابق اس سے مراد لاتزال تذکر یوسف ہے۔ یعنی "تاللہِ لا تَفْتَؤُا" یعنی اس میں "لا" مضمرۃ یعنی محذوف ہے۔ جوکہ مراد کلام ہے کیونکہ جب اس کا موقعہ ومقام واضح اور معلوم ہوتو ظاہری طور پر سقوط کے ذریعے کلام میں تخفیف کی جاتی ہے جس کا مقصد سامع کی کلام کے معنی

سے معرفت ہوتی ہے۔ اس کی مثالیں عربی شاعری میں بھی پائی جاتی ہیں۔فرا درج ذیل اشعار سے استشہاد کرتے ہیں۔امرؤ القیس کا شعر ہے:

فَقُلتُ یَمِینُ اللہِ اَبرَحُ قاعداً وَلَوْ قَطَّعوا راٴسِیْ لَدَیْکِ واَوصالِیْ (54)

اس شعر میں "أبـرحُ قـاعداً" میں "لا" کلام پر دلالت کے لیے محذوف ہے۔یعنی لا أبـرحُ ہے اور یہ جواب قسم ہے۔

تمیم بن مقبل کہتا ہے:

فلاوَ أبی دھْمَاء زَالَتْ عزیزَۃً علـی قَـوْمِھَا مافَتَّلَ الزَّنْدَ قادِحُ

اس شعر کے جملہ "زالـتْ عـزیـزَۃً" جوکہ جواب قسم ہے میں "لا" محذوف ہے یعنی لاَ زالـتَ عزیزَۃً مراد ہے۔

ان دونوں اشعار سے ابن قتیبہ اورطبری نے بھی استشہاد کیا ہے جبکہ ثعلبی نے تفسیر ثعلبی میں صرف امرؤ القیس کے پہلے شعر سے استدلال کیا ہے۔

ابوعبیدہ اور ثعلبی خداش بن زہیر (55) کے درج ذیل شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

وأبْـرَحُ مـا أدام اللّٰـہِ قومي بحـمـدِاللّٰہِ منتطقامُجیدا (56)

یعنی اس شعر میں لا أبرحُ مراد ہے۔

مذکورہ تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ جن اشعار سے فرا نے استشہاد کیا ہے انہی اشعار سے ابوعبیدہ، طبری اور ثعلبی نے بھی استشہاد کیا ہے نیز جو مفہوم فرا نے بیان کیا ہے باقی تینوں مفسرین نے تقریباً وہی مفہوم لیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ طبری نے فراء کی مانند قدرے تفصیل سے بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے جب کہ ابوعبیدہ اور ثعلبی نے استشہاد کے لیے شعر کے بعد مختصر طور پر مطلوبہ مفہوم بیان کردیا ہے اس لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس آیت کی تفسیر وتشریح میں فرا کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ انہوں نے قرآن حکیم میں "لا" محذوف کی مثالیں بیان کرتے ہوئے عربی شاعری سے استدلال کی بھی امثلہ پیش کی ہیں قرآن حکیم کی مانند

کلامِ عرب میں بھی ''لا'' محذوف کر دیا جاتا ہے جبکہ معنی اثبات کیا جاتا ہے۔

(15) ﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (57)

''بِـاِلْحَـادٍ'' میں ''بـا'' زائدہ ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (23) ﴿تَـنْبُتُ بِالدُّهْنِ﴾ (58) یعنی تَنْبُتُ الدُّهْن ہے۔(جو اُگتا ہے تیل لیے ہوئے) میں ''با'' زائدہ ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ وَمَن يُّرِدْ فِيْهِ اِلْحادًا بظُلْمٍ ۔''با'' زائدہ کی مثالیں کلامِ عرب میں بھی موجود ہیں۔ ابوعبیدہ مجاز القرآن میں درج ذیل اشعار سے استدلال کرتے ہیں۔

اُحول یشکری کا شعر ہے:

بِـوادٍ يَـمـانٍ يُنْبِتُ الشَّـثَّ صَدْرُهُ   واَسْـفَـلُـهُ بِـالْـمَـرْخِ والشَّبهَـانِ

یعنی اس سے مراد ''وَاَسْـفَـلُـهُ يُـنْبِتُ المَرْخَ والشَّبهان'' ہے۔اور اس شعر میں ''بـا'' زائدہ ہے۔اعشی کہتا ہے:

ضَـمِـنَـتْ بِـرِزْقِ عِيـالِنـا اَرْمـاحُـنـا   مِلءَ المراجِلِ والصريحَ الأجردا (59)

یعنی اس سے مراد ''رِزْقَ عِيـالِـنـا اَرْمـاحُـنا'' ہے۔اس شعر میں ''با'' حروفِ زوائد میں سے ہے۔ ابن قتیبہ نے اس شعر کے صرف پہلے مصرعے سے استشہاد کیا ہے۔

دوسرا شاعر کہتا ہے:

حَـوْءَبَةٌ تُـنْـقِـضُ بِـالـضُّـلـوعِ

یعنی تُنْقِضُ الصلوع ہے۔ اور **''با''** حروف زوائد میں سے ہے۔مذکورہ پہلے دو اشعار سے طبری اور ثعلبی نے بھی استشہاد کیا ہے۔

فراء، ثعلبی اور طبری درج ذیل شعر سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔قیس بن زہیر کا شعر ہے:

اَلَـمْ يَـاْتِيْکَ والأنبـاءُ تَـنْـمِي   بِمَا لاقَتْ لَبُوْنُ بَنِيْ زِيادٍ (60)

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرا اور ابوعبیدہ کی توجیہات اور استشہاد بہتر انداز میں پیش کی گئی ہیں طبری نے انہی کے مفہوم کو مزید پھیلا کر تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔ثعلبی اپنے پیش رووں کے مفہوم کو اپنی تفسیر میں لائے ہیں۔ابن قتیبہ قرآن حکیم سے ''با'' زائدہ کی متعدد مثالیں پیش کرنے

کے بعد نابغہ جعدی کے ذیل کے مصرعے سے استدلال کرتے ہیں:

نَضْـرِبُ بـالسَّيْـفِ وَنَـرجـوا بـالفَـرَجْ

ابن قتیبہ امرؤالقیس کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

هَصَـرْتُ بِغصْـنِ ذِی شَـمَارِيْـخَ مَـيَّـالِي (طویل)

یعنی اس سے مراد غُصْنا ہے۔اس شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

فـلـمـا تـنـازعـنـا الحـديث واسمحـتْ

ابن قتیبہ ہی امیہ بن ابی الصلت کا شعر لاتے ہیں:

إذ يسـقـون بـالـدقيـق وكـانـوا　　　　قبلُ لا يـأكـلـونَ شيئاً فطيراً

وہ لکھتے ہیں کہ ''والباء تزاد فی الكلام، والمعنى إلقاؤها''

اسی طرح قرآن حکیم اورکلامِ عرب میں دیگر متعدد حروف کے زائد ہونے کی مثالیں موجود ہیں جیسے ''من'' ''ألّلام'' ''الكاف'' ''على'' اور ''عن'' وغیرہ

(16) ﴿الرَّحْمنُ فَاسْئَلْ بِهِ خَبِيْرًا﴾ (61)

﴿سَالَ سائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكافِرِيْنَ﴾(62)

پہلی آیت میں جو''با'' ضمیر ''ہٖ'' کے ساتھ اور دوسری آیت میں ''با'' لفظ ''عذاب'' کے ساتھ داخل ہے تو یہ ''با'' بمعنی ''عن'' ہے یعنی عنْ عذابٍ مراد ہے۔ اور اس کی مثالیں عربی شاعری میں بھی موجود ہیں۔علقمۃ بن عبدۃ کا شعر ہے جسے صرف ثعلبی اور ابن قتیبہ استشہاد کے لیے لائے ہیں:

فـإن تسـألـونـي بـالـنساء فإنّـني　　　　خبيـرٌ بـأدواء الـنّساء طبيبُ

شعر میں ''بالنساء'' کی بجائے ''عن النساء'' مراد ہے۔تقدیرِ عبارت یوں ہوگی۔ فاسْئَلْ عَنْهُ خَبيراً اور سَالَ سائلٌ عَنْ عَذَابٍ وَّاقِعٍ(63)

ابوعبیدہ نے سورۃ الفرقان میں مطلوبہ مفہوم بیان نہیں کیا جبکہ سورۃ المعارج کی آیت ہی تفسیر کیلئے نہیں لائے۔طبری نے سورۃ المعارج میں شعری استشہاد کے بغیر مفہوم یہی بیان کیا

ہے۔ابن قتیبہ ابن احمر کے شعر سے استدلال کرتے ہیں:

تُسَائِلُ بابْنِ أحْمَرَ مَنْ رَآهُ　　　أعَارت عيْنُهُ أمْ لَمْ تَعارَا (وافر)

فراسورۃ الفرقان کی یہ آیت تفسیر کیلئے نہیں لائے ۔سورۃ المعارج کی آیت تو تفسیر کیلئے لائے ہیں لیکن نہ تو مفہوم بیان کیا ہے اور نہ ہی کسی شعر سے استدلال کیا ہے۔

(17) ﴿هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ﴾(64)

فرالکھتے ہیں کہ "رفعت الحميم والغسّاق بهذا مقدّماً ومؤخراً والمعنى هذا حميم وغسّاق فليذوقوه"

یعنی "هذا" ابتدا کی وجہ سے حالتِ رفع میں ہے اور اس کی خبر "حـمیمٌ" ہے تقدیم وتاخیر کی بنیاد پر یہ حـميم وغساق ہے لہذا اسے چکھواور کہا گیا ہے کہ "هذا" ابتدا کی وجہ سے موضع رفع میں اور فَلْيَذُوقُوه اس کی خبر ہو اور حـمیم مرفوع اس کی تقدیم کی بنیاد پر۔اس کی مثالیں عربی شاعری میں بھی ہیں۔

فراء،طبری اور ثعلبی درج ذیل شعر سے استشہاد کرتے ہیں:

حتى إذا ما أضاءَ الصُّبْحُ في غَلَسٍ　　　وغُوْدِرَ البَقْل مَلْوِيٌّ ومَحْصُوْدُ(65)

یعنی منه مَلْوِيٌّ ومنه مَحْصُودٌ ہے۔

یہ چند مثالیں تھیں جن سے عیاں ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں صرفی ونحوی مشکلات کے ازالہ کے لیے کلام عرب (عربی شاعری) سے استفادہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ کلام عرب سے ہی صرف ونحو کے قواعد اور لغت کی کتب مرتب ہوئی ہیں۔اس لحاظ سے یہ فہم قرآن کا ایک ذریعہ ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(1) البَیْهَقِی، شُعَبُ الایمان 2/ 425_426 نمبر 2287

(2) القنوجی ، فتح البیان فی مقاصد القرآن 1/ 17، (درج ذیل مصادر میں فہم قرآن میں عربی زبان کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔) الزرقانی، مناهل العرفان فی علوم القرآن 2/ 429،430، مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن ص 337_336،350_351، السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 4/ 209، الاصفهانی ،معجم مفردات الفاظ القرآن الکریم مقدمہ ص (ن)، طاش کبری زاده، مفتاح السعادہ 2/ 540، القنوجی، ابجد العلوم 2/ 175، الکافیجی، التیسیر فی قواعد علم التفسیر ص 145

(3) الزرکشی، البرهان فی علوم القرآن 1/ 291_292، مکی بن ابی طالب، مشکل اعراب القرآن، مؤسسة الرسالة بیروت الطبعة الرابعة 1408ھ 1988م 1/ 64_63، السیوطی، المزهر فی علوم اللغة 1/ 329، طاش کبری زاده، مفتاح السعادة 2/ 542، السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 2/ 5، ابن فارس، الصاحبی فی فقه اللغة ص 64

(4) السیوطی ،الاتقان فی علوم القرآن 4/ 213

(5) البیهقی ،شعب الایمان 4/ 321 نمبر 1568

(6) البقرة 10:2

(7) البقره 117:2

(8) مخضرم شاعر ہے اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ ابو ثور اس کی کنیت ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یوم قادسیہ کے موقع پر اسے قتل کیا گیا۔ ابن قتیبہ، الشعر والشعراء ص 220۔

(9) ابو عبیده ،مجاز القرآن 1/ 32، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 1/ 165، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/ 78، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 181، تفسیر طبری میں پہلا شعر اس طرح ہے۔

وَیَرْفَعُ من صُدور شَمَرْ دلاتٍ   یَصُدُّ وجُوهها وهجٌ الیمٌ

تفسیر ثعلبی میں دوسرا شعر تھوڑے سے فرق کے ساتھ "امن ریحانة" کی بجائے "زمن ریحانة" آیا ہے۔

(10) البقرة 19:2

(11) البقرة 74:2

(12) الصافات 147:37

(13) یہ شعر جریر کے اس قصیدے میں سے ہے جو اس نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی مدح میں کہا۔ صدر البیت یہ ہے۔

لجّت أمامة في لومي وما علمت عرض السماوة روحاتي و لابكري

(14) الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن 198/1، الثعلبی، الکشف و البیان فی تفسیر القرآن 85/1

(15) یہ شعر دیوان میں نہیں مل سکا۔

(16) الفراء، معانی القرآن 17/1، 72، 393/2، ابو عبیدہ، مجاز القرآن 175/2، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 141/1۔140، ابن قتیبہ، تأویل مشکل القرآن ص 291-290

(17) البقرة 21:2

(18) الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن 214/1، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 89/1

(19) البقرة 62:2 (20) محمد 16:47 (21) یونس 42:10

(22) الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن 416/1، 417، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 130/1۔129، ابن قتیبہ، تأویل مشکل القرآن ص 264، دیوان الفرزدق تحقیق الأستاذ علی فاعور ص 628 دیوان میں "تعال فإن عاهدتنی" کی بجائے "تعش فإن واثقتنی" ہے۔ صدر البیت درج ذیل ہے:

واطلَسَ عسّالٍ، وما كان صاحباً دَعَوتُ بنارى مَوْهِنًا فأتانى

(23) البقرة 104:2

(24) دیوان امرؤ القیس ص 62 صدر البیت یہ ہے

خليلي مُرّابي على أمّ جندب لِنُقَضّي لبانات الفؤاد المعذّب

(25) الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 171/1، ابو عبیدہ، مجاز القرآن 49/1، الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن 605/1-600، 648

(26) صدرالبیت یہ ہے:

بانت سعاد وأمسی حبلها انقطعا　　　　واحتلت الخمر فالجنثین فالفرعا

(27) البقرۃ 150:2

(28) اس شعر کی نسبت فرزدق کی جانب کی گئی ہے لیکن یہ اس کے دیوان میں نہیں ہے۔

(29) الفراء، معانی القرآن 1/90۔89، ابو عبیدہ، مجاز القرآن 1/61۔60، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/213۔210، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 778/2، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 139

(30) البقرۃ 165:2　　　　(31) الانعام 27:6

(32) الفراء، معانی القرآن 63/2، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 136، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 3/444۔443، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 820-821/2، دیوان میں "واقسم لوشیء" کی بجائے "وجدک لوشیء" ہے۔ دیوان امرؤالقیس ((تحقیق لأستاذ مصطفیٰ عبدالشافی))دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، الطبعۃ الأولی 1983م 1403ھ ص 100، 87، دیوان میں دوسرا شعر "بنوبة" کی بجائے "جمیعة" اور "یقطع انفسا" کی بجائے "تساقط أنفسا" آیا ہے۔

(33) البقرۃ 177:2　　　　(34) یوسف 82:12　　　　(35) البقرۃ 93:2

(36) دیوان نابغہ جعدی ص 26 (اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے:)

سما لک همٌ ولم تطرب　　　　وبتّ ببثّ ولم تنصب

(37) الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 2/853۔852، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/244، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 134-133، ابو عبیدہ، مجاز القرآن 65/1، الفراء، معانی القرآن 61-62/1

(38) البقرہ 177:2　　　　(39) النساء 162:4

(40) الفراء، معانی القرآن 105/1، ابو عبیدہ، مجاز القرآن 1/66۔65، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 1/247۔246، پہلے دونوں اشعار تفسیر ثعلبی میں "وانہ الجزل" اور "تمعاقد الأزل" کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ آئے ہیں۔ تاویل مشکل القرآن میں والطیبین کی

بجائے والطیبون آیا ہے۔ الطبری ، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 859-860/2،
2791-2792/4

(41) المائدہ69:5

(42) الفراء، معانی القرآن 1/312_310، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 1/172،ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص39-38، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 482/2

(43) الانعام 109:6

(44) عدی بن زید بن حماد بن ایوب عبادی تمیمی جاہلی شاعر ہے۔ ابن قتیبہ، الشعر والشعراء ص122_121، القرشی ابی زید، جمہرۃ اشعار العرب ص152۔

(45) الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 5/3525_3522، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 2/566_565،ابوعبیدہ، مجاز القرآن 204/1، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص154، الفراء، معانی القرآن 350/1 تفسیر ثعلبی میں ابو النجم کا شعر اس طرح آیا ہے۔

قلت لستان ادن من لقائہ   إنا نغدی القوم من سرائہ

(46) ھود 15:11

(47) الفراء، معانی القرآن 2/6_5،ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص22، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 313/3

(48) ھود 43:11   (49) الطارق6:86   (50) القارعۃ 6:101

(51) دیوان حطیہ ص54 اس قصیدہ میں حطیہ نے زبرقان بن بدر تمیمی کی ہجو کی ہے (ابوملیکۃ جرول بن اوس کا بنی قطیعۃ بن عبس سے تعلق ہے حطیئۃ ان کا لقب ہے۔وہ جاہلی اور اسلامی شاعر ہے۔ابن قتیبہ، الشعر والشعراء ص189،186

(52) الفرا ،معانی القرآن 2/16_15، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 7/4630_4620، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 3/324، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص180-181

(53) یوسف 85:12

(54) دیوان امرؤالقیس ص125 صدر البیت درج ذیل ہے:

اَلا عِمْ صَباحاً اَماها الطّلل البالی   وهل یَعمنَ من کان فی العُصُرِ الخالی

(55) خداش بن زُہیر بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ جاہلی شاعر ہے ابن قتیبہ، الشعر والشعراء ص393۔

(56) الفراء ،معانی القرآن 54/2، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 316/1، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 2 / 1231 اور 8 / 4905۔4904، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 3 /402، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص143-142

(57) الحج 25:22 (58) المومنون 20:23 (59) دیوان الاعشیٰ ص154

(60) دیوان امرؤالقیس ص125، الفراء، معانی القرآن 2 /223۔222، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 2 /49۔48، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص157-155، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 10 /6158۔6165، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 4 /292 احول یشکری کا شعر تفسیر ثعلبی میں "بوادِ یمانٍ یُنبِتُ الشن صدرہ" کے فرق کے ساتھ آیا ہے۔ تفسیر طبری میں مذکورہ اعشیٰ کے شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح ہے۔ "بَیْنَ المراجلِ والصَّریجِ الأجرَدِ" جبکہ تفسیر ثعلبی میں اس کا آخری لفظ "الأجردِ" کی بجائے "الأجود" ہے۔

(61) الفرقان 59:25 (62) المعارج 1:70

(63) الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 4/426، 6/274، ابوعبیدہ، مجاز القرآن 79/2، 267، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 8586/14-8585، ابن قتیبہ، تاویل مشکل القرآن ص 299-298، تاویل مشکل القرآن میں علقمہ بن عبدہ کے شعر میں خبیر کی بجائے بصیر آیا ہے۔ الفراء، معانی القرآن 183/3

(64) ص 57:38

(65) اس شعر کی کسی کی جانب نسبت نہیں کی گئی۔ الفراء، معانی القرآن 410/2، الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن 12 /7389۔7388، الثعلبی، الکشف والبیان فی تفسیر القرآن 5 /281